ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.1 2021

اردو غزل پر ترقی پسند تحریک اور حلقہ ارباب ذوق کے اثرات

REVIEW OF THE EFFECTS OF PROGRESSIVE MOVEMENT AND HALQA-I-ARBAB-I-ZOQ ON URDU GHAZAL

ڈاکٹر محمد شفیق آصف

محمد عمیر آصف

صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف میانوالی

ایم فل سکالر، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

Abstract:

Taraqqi Pasand Tehreek and Halqa Arbab-e-Zauq has severely affected Urdu Ghazal. These are two parallel movements in the field of literature. Urdu Ghazal has got newness by dint of these movements. Taraqqi Pasand Tehreek has highlighted social injustice prevailing in the society. However, Halqa Arbab-e-Zauq is a true reflection of aesthetical aspects of the society. Urdu Ghazal has been rejouvenated due to these two movements. These two literary movements have proved to be profitable for Urdu Ghazal. Even if these two movements keep their separate ideology, Urdu Ghazal can introduced with a new flavor. In addition to these two movements, Urdu Ghazal has created an enormous extension.

دوسری جنگِ عظیم کے نتیجے میں تیسری دنیا کے ممالک میں ایک طرف آزادی کی لہر پیدا ہوئی اور دوسری جانب اقتصادی بدحالی نے اِن ممالک کے لوگوں کو نئے اندازِ فکر کی راہ دکھائی۔ اُن دنوں برصغیر انگریزی سامراج کی غلامی میں بُری طرح جکڑا ہوا تھا۔ ایسے حالات میں اِس خطے کے بالغ نظر افراد اِس حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ وہ آزادی حاصل کیے بغیر کسی طور پر بھی اپنا الگ تشخص اور معاشی نظام بہتر نہیں کر سکتے اسی صورت حال کو اُس عہد کے ادباء و شعراء نے تخلیقی سطح پر محسوس کیا۔ دوسری عالمی جنگ نہ صرف ایشیائی ممالک کے لیے ہنگامہ خیز ثابت ہوئی بلکہ اِس کے اثرات مغربی ممالک اور مغربی اقوام نے بھی محسوس کیے اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو دوسری جنگِ عظیم اقوام عالم کے لیے ایک سوالیہ نشان چھوڑ گئی۔

اسی سوالیہ نشان کو اُردو ادب میں بالخصوص ترقی پسند تحریک کے ادباء و شعراء نے اپنے ادبی رویوں کے ذریعے اُجاگر کرنے کی کوشش کی کیونکہ اِس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بائیں بازو کے ادباء و شعراء فکری اعتبار سے کمیونزم اور سوشلزم کے فکری دھارے میں شامل ہو کر اپنے تخلیقی عمل کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اِن حالات میں ترقی پسند شعراء غزل کے مقابلے میں نظم کو زیادہ اہمیت دے رہے تھے تاہم اُنھیں جلد ہی اِس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ غزل کے پیرائے میں رہ کر بھی اپنے افکار و نظریات کی ترسیل کر سکتے ہیں۔ ترقی پسندوں میں فیض احمد فیض ایک ایسے شاعر ہیں جنھوں نے کلاسیکی غزل کی روایت میں رہ کر نئی تشبیہات اور استعارات کے ذریعے جدید غزل کو پُر لطف اور فکر انگیز بنا دیا۔ فیض احمد فیض کی طرح فراق کا تخلیقی دَور بھی برصغیر میں ذہنی بیداری کا دَور ہے۔ فراق، جواہر لعل نہرو کے ساتھ کانگریس میں بھی رہے تاہم وہ جلد ہی سیاست سے ادبی ہنگاموں کا مرکز بن گئے۔ اسی دَور میں اُسے حسرت موہانی، ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی جوہر کی رفاقت میسر آئی۔ ترقی پسند ادب میں فیض احمد فیض ایک قد آور شاعر کے طور پر جانے اور مانے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر، صوفی غلام مصطفی تبسم اور پطرس بخاری جیسے ادباء و شعراء کی ادبی صحبتوں نے فیض کو فکری طور پر مستحکم کیا۔ اسی طرح جوش، مخدوم، مجروح، جذبی اور ساحر بھی ترقی پسند نظریات کے ساتھ اُردو نظم اور غزل کی آبیاری میں ہمہ وقت متحرک اور فعال نظر آتے ہیں۔

ترقی پسند شعراء نے نئی علامتوں کی بجائے پُرانے استعاروں اور تلمیحات کے ذریعے سامراجیت کے خلاف علم بلند کیا ہے۔ فیض احمد فیض کا تخلیقی کمال یہ ہے اُنھوں نے اپنی غزلوں میں اشتراکی نظریے کی واضح طور پر تبلیغ کرنے کی بجائے اُسے ایک تخلیقی فکری نظام سے منسلک کر دیا ہے۔

ہاں تلخی ء ایّام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہلِ ستم مشقِ ستم کرتے رہیں گے

(فیض احمد فیض)

فریب دے کر حیاتِ نو کا حیات ہی چھین لی ہے ہم سے
ہم اِس زمانے کا کیا کریں گے اگر یہی ہے نیا زمانہ

(علی سردار جعفری)

اُردو غزل میں ترقی پسند لہر کے اثرات اُس عہد کے بہت سے دوسرے شعراء کے ہاں بھی واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ ہر چند کہ اِن شعراء کا انفرادی رنگ اور ذاتی محسوسات اُن کی غزلوں کو اور زیادہ مستحکم کرتے ہیں۔

غمِ دوراں کے بیاباں میں کہیں
نخلِ خوشبوئے وفا ہے اَب تک

(عابد علی عابد)

دُعا یہ ہے رہِ منزل سے آشنا نکلیں
یہ رہنما جو ابھی کارواں میں آئے ہیں

(احسان دانش)

اگر تو اتفاقاً مل بھی جائے
تیری فرقت کے صدمے کم نہ ہوں گے

(حفیظ ہوشیار پوری)

وہ انگ انگ میں زیر و بم ہے لہو کا
کہ سیّال کوندوں کی ہے تلملاہٹ

(فراق گورکھپوری)

ہم کو تو گردشِ حالات پہ رونا آیا
رونے والے تجھے کس بات پہ رونا آیا

(سیف الدین سیف)

یہ اعجاز ہے حُسنِ آوارگی کا
جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

(حبیب جالب)

1936ء میں برصغیر میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا۔اِس تحریک کا بنیادی مقصد یہ بیان کیا گیا کہ ادب کو زندگی اور اُس کے مسائل کا حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینا چاہیے، معاشرے میں جبر اور استحصال کے خلاف جدوجہد کرنی چاہیے، مزدوروں اور محنت کشوں کی حمایت کر کے سماجی انصاف فراہم کرنا چاہیے۔ترقی پسند تحریک کو برصغیر میں خاصی پذیرائی ملی اور بہت سے ادباء و شعراءنے اِس کے منشور کو پیش نظر رکھ کر ادب تخلیق کیا۔علی سردار جعفری لکھتے ہیں:

ابتدا میں ترقی پسندوں نے غزل کی صنف سے دامن بچائے رکھا اور ساری توجہ نظم کو دی لیکن پھر اُنھیں احساس ہو گیا کہ غزل کی ہیئت ضرور ہے محدود نہیں ہے۔غزل کی توانا روایت سے دامن بچانا یوں بھی ممکن نہ تھا۔(1)

ترقی پسندوں نے غزل میں موضوع کی کشادگی، تخاطب کے انداز اور پُرانی تلمیحات کو نئے مفہوم میں استعمال کرنے میں اقبال کی پیروی کی۔(2)

اس حوالے سے ترقی پسند غزل گو شعراء میں فراق، فیض، احمد ندیم قاسمی، جذبی، مجاز، مخدوم محی الدین، سلام مچھلی پوری، غلام ربانی تاباں، مجروح سلطان پوری، فارغ بخاری، قتیل شفائی، ظہیر کاشمیری، عرش صدیقی، ظہور نظر، ساحر لدھیانوی کے نام بہت نمایاں ہیں۔

اُسی دور میں ترقی پسند ادباء و شعراء کے متوازی حلقہ اربابِ ذوق کی تحریک کام کر رہی تھی اور اس سے وابستہ ادیب عصری ادب کو سماجی اقدار اور جمالیات کے پس منظر میں دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔حلقہ اربابِ ذوق سے متعلق شاعر اپنی غزلوں میں ہیئت اور اُسلوب کو زیادہ اہم سمجھتے تھے اِن شاعروں میں یوسف ظفر، قیوم نظر، انجم رومانی، اختر ہوشیار پوری، منیر نیازی، وزیر آغا، ناصر کاظمی، شہرت بخاری، شہزاد احمد اور احمد مشتاق نمایاں نام ہیں۔

آئینہ دیکھنا بھی ہے احوال دیکھنا
چہرے پہ اپنے گردِ مہہ و سال دیکھنا

(اختر ہوشیار پوری)

ہے مبارک یہ گردشِ پیہم
موت ہے حادثوں کا تھم جانا

(یوسف ظفر)

اتنی شمعیں تھیں یادوں کی
اپنا سایہ بھی اپنا نہ تھا

(مجید امجد)

گم کر چکا ہوں پائے جہت آشنا کو بھی
لیکن نہ کھُل سکا کہ تمنّا کہاں کی ہے

(قیوم نظر)

جانتا ہوں ایک ایسے شخص کو میں بھی منیر
غم سے پتھر ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں

(منیر نیازی)

جائیں گے ہم بھی خواب کے اُس شہر کی طرف
کشتی پلٹ تو آئے مسافر اُتار کے

(وزیر آغا)

جسم کے رُوپ میں ڈھلتی ہوئی شعلے کی لپک
آنچ آتی ہے مری بھیگی ہوئی پلکوں تک

(شہزاد احمد)

مل ہی جائے گا کبھی دل کو یقیں رہتا ہے
وہ اسی شہر کی گلیوں میں کہیں رہتا ہے

(احمد مشتاق)

اُردو ادب میں ترقی پسند تحریک نے ادب برائے زندگی کے نظریے کو پیشِ نظر رکھ کر جو اَدب تخلیق کیا اُس میں زندگی کی معروضی اشکال زیادہ واضح ہو کر سامنے آئیں۔ ہر چند بعض ترقی پسند ادباء و شعراء کے یہاں بیانیہ اور خبریت اتنی غالب آگئی تھی کہ تخلیقی عمل ایک مشینی انداز اختیار کرنے لگا۔ اسی دَور میں میرا جی اور ن۔م راشد مارکسزم کی بجائے مغرب کی دوسری ادبی تحریکوں سے متاثر ہوئے۔ اسی دَور میں مغربی ادب میں سمبل ازم، سرریلزم، رومانیت اور حقیقت پسندی جیسے رجحانات عروج پر تھے اِن دونوں شاعروں نے ان رجحانات کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اُنھیں تخلیقی کاوشوں کا حصہ بنایا۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

دوسری عالمی جنگ کے اِرد گرد کچھ ایسے شاعر بھی نمایاں ہوئے جو ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہیں تھے۔ وہ یورپ کی نئی ادبی تحریکوں سے متاثر ہو کر نظمیں لکھ رہے تھے۔ اُن شعراء کی وجہ سے بعض مغربی ہیئتیں خصوصاً آزاد نظم پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جانے لگی۔ تصدق حسین خالد کے ہاں تقدیر کا جبر ایک اہم موضوع ہے۔ ن۔م راشد فرد کی آزادی کے حامی ہیں اور کسی نظریئے یا نظریاتی گروہ کی پیروی کے مخالف ہیں۔ میرا جی دھرتی اور اُس کے مظہر کے پجاری ہیں۔ ہندو اساطیر سے اُنھیں لگاؤ ہے اور یورپ کے جدید شاعروں کے انداز میں مختلف موضوعات کے صد رنگ تجربے کر رہے تھے۔ اِن کے ہاں مغربی شاعروں کے انداز میں ابہام موجود ہے۔(3)

حلقۂ اربابِ ذوق کی تحریک اِس حوالے سے بہت اہم ہے کہ اِس نے ادبی سماج میں تحرک پیدا کیا اور مجلسی زندگی میں ایک ایسے باب کا اضافہ کیا جو اَدب اور ادیب کے لیے یکساں اہمیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر سید عامر سہیل لکھتے ہیں:

حلقہ اربابِ ذوق نے سماج کے انجماد کو توڑنے کی کوشش کی اور زندگی کے خارج کی اہمیت کو کم کیے بغیر انسان کے داخل کی پُر اسرار آواز کو اہمیت دی۔(4)

انجمن ترقی پسند تحریک اور حلقہ اربابِ ذوق زمانی اعتبار سے ایک عہد سے تعلق رکھتی ہیں۔ اِن دونوں تحریکوں کے اثرات اُس عہد کے ادباء و شعراء نے ایک ساتھ قبول کیے۔ اُس دَور میں بعض ایسے شاعر بھی موجود رہیں جو اِن گروہ بندیوں سے یکسر آزاد تھے اِن میں مجید امجد کا نام خصوصاً اہمیت کا حامل ہے۔ اِس صف میں سلام مچھلی شہری، اختر الایمان اور منیب الرحمن کے نام بھی شامل کیے جاسکتے ہیں تاہم شعراء کی زیادہ تعداد ایسی ہے جو بیک وقت "انجمن ترقی پسند تحریک" اور "حلقۂ اربابِ ذوق" کے زیرِ اثر رہی۔ ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

یہ دونوں تحریکیں ایک ہی زمانے میں ایک ہی جیسے معاشی، سماجی اور سیاسی حالات میں پروان چڑھیں۔(6)

انگریزی تعلیم کی بدولت اُردو شاعری میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بہت سے تخلیق کاروں نے مغربی طرز کے ادب کی جانب خاص طور پر توجہ مرکوز کی اور کچھ اعتدال پسند لکھنے والوں نے مشرق اور مغرب کے امتزاج سے اُردو شاعری کو نئی جہات سے ہمکنار کیا اِن میں آزاد، حالی، شرر، سرشار، اسماعیل میرٹھی، اکبر الہ آبادی،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.1 2021

اقبال اور جوش کے نام قابلِ قدر ہیں۔ جوش کے بعد اختر شیرانی، فیض، احسان دانش، حفیظ جالندھری، احمد ندیم قاسمی، ن۔م راشد، اسرار الحق مجاز، علی سردار جعفری، معین احسن جذبی، اختر الایمان، ساحر لدھیانوی، نریش کمار شاد، قیوم نظر، روش صدیقی، ساغر نظامی، جاں نثار اختر، مصطفیٰ زیدی، رئیس امروہوی، عبد العزیز خالد، عرش صدیقی، وزیر آغا، مجید امجد، احمد فراز، ضیا جالندھری، احمد شمیم اور آفتاب اقبال شمیم اہم نام ہیں۔

فیض نے ترقی پسند دبستان کا آغاز کیا۔ ظہیر کاشمیری، احمد ندیم قاسمی اور ساحر لدھیانوی نے ترقی پسندی میں اپنا نام پیدا کر لیا۔ مجید امجد نے کائنات کے تمام موضوعات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ ن۔م راشد، تصدق حسین خالد اور میراجی نے ردیف و قافیہ سے رہائی اور نئے شعری وژن کا اہتمام کیا ہے۔

جدید اُردو ادب میں جو اہم اثرات اور تغیرات نمایاں ہوئے، اُن میں علامت نگاری اور دوسرے الفاظ کی مرکزیت ہے۔ علامت کے ذریعے آج کے معاشرے اور اِنسانوں کے روحانی خوف، جنسی ناآسودگی اور نسائی طرزِ فکر کو مختلف علامات اور الفاظ کے ذریعے ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ مجرد علامات کو مجرد الفاظ کے ذریعے سمجھنے کی سعی کی گئی۔ عمومی جذباتیت، تشکیک، تذبذب، شکست وریخت کو شعری پیرائے میں دیکھا اور سمجھا گیا۔ شعری آہنگ کے لیے شعری ارکان کی بجائے الفاظ کے دروبست پر زور دیا گیا ہے اور یوں شاعری سے بہت حد تک وزن، قافیہ، ردیف کے جاذبیت اور خوبصورتی نے ایک نئی تبدیلی کو قبول کیا۔ ڈاکٹر سلیم اختر کہتے ہیں:

ہم علامت کے جدید ادب والے روپ سے واقف ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فکرِ انسانی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں جہاں علامت نے اظہار و ابلاغ میں مدد نہ دی ہو۔(6)

برصغیر کی تقسیم کے بعد پاکستان اور ہندوستان میں ادب کے جو موضوعات زیادہ تر تخلیقی عمل کا حصہ بنے اُن میں فسادات، ہجرت اور قتل وغارت سرِفہرست ہیں۔ تقسیم کے بعد دونوں ملکوں کے ماحول میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن کا براہِ راست اثر ادب کی مختلف اصناف پر ہوا۔ قیامِ پاکستان کے بعد غزل کی تخلیق میں بہت سے نام نمایاں ہیں جن میں ناصر کاظمی، مصطفیٰ زیدی، حفیظ ہوشیاری، قتیل شفائی، شان الحق حقی، ابن انشاء، جمیل الدین عالی، مجید امجد، ضیاء جالندھری، حمایت علی شاعر، ادا جعفری، تابش دہلوی، عاصی کرنالی، عرش صدیقی، شمیم کرہانی، غلام ربانی تاباں، سکندر علی وجد، جگن ناتھ آزاد، آنند نارائن ملا، سلام مچھلی شہری، نشور واحدی شامل ہیں۔ اِن شعرا کی غزلوں میں نفسیاتی اور سماجی صورتِ حال کی تخلیقی اشکال موجود ہیں۔ 1947ء کے فرقہ وارانہ فسادات نے شاعروں کے طرزِ اظہار اور طرزِ احساس میں ہلچل مچادی۔ اِس صورتِ حال کو اِن اشعار میں محسوس کیا جاسکتا ہے:

یہ داغ داغ اُجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا ، یہ وہ سحر تو نہیں

(فیض)

شہر اُجڑے تو کیا ، ہے کشادہ زمینِ خُدا
اِک نیا گھر بنائیں گے ، صبر کر صبر کر

(ناصر کاظمی)

دل ہیں بُجھے بُجھے تو فضا رندھی ہوئی
پھولوں کی انجمن نہیں یہ انجمن ابھی

(اثر لکھنوی)

زمیں نے خُون اُگلا ، آسماں نے آگ برسائی
جب اِنسانوں کے دن بدلے تو اِنسانوں پہ کیا گزری

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.1 2021

(ساحر لدھیانوی)

وطن کی جنوں کاریاں نہ پوچھ آزادیء
کچھ دن تو اہلِ ہوش بھی زنداں میں رہ گئے

(سیماب اکبر آبادی)

1947ء کے بعد اُردو غزل ایک نئے دَور میں داخل ہوئی کیونکہ آزادی کے بعد انجمن ترقی پسند تحریک کی سر گرمیاں قدرے ماند پڑ گئیں۔ البتہ حلقۂ اربابِ ذوق کے ہفتہ وار اجلاس تسلسل سے جاری رہے۔ انجمن ترقی پسند تحریک کے زیادہ تر ارکان، حلقۂ اربابِ ذوق میں باقاعدگی سے شمولیت اختیار کرنے لگے۔ اِن دونوں ادبی تنظیموں کے باہمی ارتباط سے اُردو ادب میں ایک نیا رنگ و آہنگ پیدا ہوا۔ ادب میں مقصدیت کے ساتھ ساتھ جمالیاتی قدروں کو بھی فروغ حاصل ہوا۔

حوالہ جات

1۔ علی سردار جعفری، "ترقی پسند ادب"، مکتبہ پاکستان، لاہور، س۔ن، ص125۔

2۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، "اُردو شاعری کا مزاج"، مکتبہ عالیہ، لاہور، بارِ دوم، 1984ء، ص486۔

3۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "انتخابِ زریں اُردو نظم"، سنگت پبلشرز، لاہور، 2007ء، ص18۔

4۔ سید عامر سہیل، ڈاکٹر، "مجید امجد نقشِ گرنا تمام"، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، 2007ء، ص131۔

5۔ انور سدید، ڈاکٹر، "اُردو نظم کی دو آوازیں"، (مضمون) مشمولہ "اوراق"، لاہور، جدید نظم نمبر، ص314۔

6۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید"، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1989ء، ص153۔